قسط آخری

مدارس اسلامیہ کی تاریخ اور اس کی تدریجی ترقی و توسیع

از قلم
مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی
ناظم جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر

ہندوستان میں خواہ انگریز حکومت کا دور رہا ہو یا اب بھارت سرکار کی حکومت ہو۔ دونوں اسلامی تہذیب و تعلیم کے دشمن ثابت ہوئے ہیں۔

نگہ ہو یا سزا ہو ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
اُسے تیر قضا سمجھے اسے تیر قضا سمجھے

تمام خدا بیزار حکومتوں اور قوموں کو نہ تو قرآن سے کوئی واسطہ رہا ہے نہ صحیح بخاری سے۔ کتاب و سنت کی ترویج و تبلیغ اور تعلیم اشاعت کے تمام تر ذمہ دار ہر دور میں علمبردار اہل اسلام ہی رہتے آئے ہیں۔ بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء فرما کر خداوند کریم نے اسکی حفاظت و نصرت، اور تعلیم و اشاعت کا فرض اہل اسلام ہی کے ذمہ عائد کیا ہے۔ اگر ذرا غفلت و بے نیازی اختیار کر لی جائے۔ تو سمرقند و بخارا کا ذکر کیا خود آپ کے ہاں بھی صحیح بخاری پڑھنے والے اور اس کے جاننے والے ناپید ہو جائیں گے۔

حافظ سخاویؒ (تلمیذ ابن حجر) نے ایک عجیب حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے۔ قد بلغنا ان بعض کبار ملوک العجم ارادوا ان یقرأوا عندہ صحیح البخاری فلا یوجد فی مملکتہ من یحسن ذلک فاجتمع علماء ذالک المصر علی قرأتہ یقع منہم التحریف فی الاعراب واللغات مالا یخفی (فتح المغیث ص۳۱)

یعنی دیار عجم کے ایک بڑے بادشاہ نے خواہش کی کہ اس کے پاس چند اہل علم صحیح بخاری شریف پڑھیں مگر پوری مملکت میں بخاری کو صحیح طور سے پڑھنے والا بلاد عجم میں کوئی بھی نہ مل سکا آج ہندوستان میں احادیث کی نشر و اشاعت تبلیغ و تعلیم کا سلسلہ جس طرح سے چند ایک آزاد مدارس میں قائم ہے یہ سب صدقہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان عالی شان کا اور پھر مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند کا اور آخری میں حضرت شیخ الکل استاذ العلماء حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کا اور پھر جلالۃ العلم نواب صدیق الحسن خان صاحب بھوپالی صاحب اور

ان کے اخلاق اظہار کا۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بھارت سرکار میں دینی، اسلامی تعلیم کا ایک جائزہ:- مملکتِ ہند آجکل ایک سیکولر اسٹیٹ اور جمہوری ریاست اور غیر مذہبی حکومت کہلاتی ہے اس لیے اس کا نصاب تعلیم بھی سیکولر ہونا چاہیے یعنی وہ ایسا ہونا چاہیے جس میں نہ کسی خاص مذہب کے عقائد و مراسم سکھائے جائیں اور نہ کسی دھرم کے خلاف باتیں پڑھائی جائیں۔ بلکہ اس کے ذریعہ عام سچائیوں اور اچھے اخلاق و کردار کی تعلیم دی جائے تاکہ مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف مذاہب کے جاننے والے یکساں طور سے نفع اٹھائیں۔ اور کسی مذہبی بنیادوں پر اعتراض کا موقع نہ مل سکے۔ اس معیار کو سامنے رکھیے اور اس نصاب تعلیم پر نظر ڈالیے جو ہمارے اتر پردیش میں رائج ہے۔ پھر فیصلہ کیجیے کہ یہ سیکولر اسٹیٹ ہے یا شکست دینے والی حکومت۔ جس کا تمام تر تعلق اکثریت کے دھرم و کلچر سے ہے۔ اس نصاب کے چند اجزا بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کیے جا رہے ہیں۔

نیا کھلونا ۱:- یہ کتاب سررشتہ تعلیمات یوپی سے منظور شدہ ہے۔ اس کے ٹائیٹل پر بچوں کی تصویر ہے جس میں بچہ گنیش جی کی مورتی گود میں لیے بیٹھا ہے۔

۲- حروف شناسی کے لیے جو تصویریں دی گئی ہیں۔ ان میں وہی تصویریں بنائی گئی ہیں جو اپنی سادھوانا لوازمات کنڈا، چمٹا وغیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔

۳- گ سے گاٹے اور گلاس کے ساتھ ایک تصویر گنیش جی کی ہے۔ جس کے نیچے لکھا ہے گنیش جی۔

۴- رشی مرگ کی کھال پر بیٹھتے ہیں اور بھگوان کی پوجا کرتے ہیں۔

۵- مہاتما بدھ بھگوان راجہ کے پتر تھے۔

۶- آج شری رام چندر جی کا پاٹھ تھا۔

۷- ویر بالک بھرت اسی کے نام سے بھارت کہلاتا ہے۔

۸- یہ دیش ہمارا پالن پوشن کرتا ہے۔ ہم اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔

دیکھا آپ نے مسلمان، عیسائی، سکھ، پارسی تمام فرقوں کے بچوں کے لیے سیکولر ایجوکیشن کی کیسی بنیاد پڑ گئی۔ بچوں کے سادہ دل و دماغ پہ گنیش جی، رام جی، بدھ جی، بھرت جی، [illegible] جی۔ اور بھگوان کے پوجنے کے طریقے وغیرہ ایسے نقوش بٹھا دیئے گئے ہیں۔ بہت سے اسکولوں میں لال پوتھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس پوتھی کا چوبیسواں سبق گنیش جی ہے۔ ان کی تصویر کے نیچے یہ عبارت ہے۔

گنیش جی ہمارے دیوتا ہیں۔ ان کی پوجا ہر کام میں پہلے ہوتی ہے ان کے باپ مہادیو جی اور

ماں پاربتی جی ہیں گنیش جی کا نام لینے سے سب کام ٹھیک ہو جاتا ہے۔ (پہلی وال پوتھی ص۱۳)
جونیئر ہائی سکولوں کا نصاب تعلیم:- اس کے پورے نصاب پر نظر ڈالنے کی زحمت آپ کو کہاں تک دی جائے اس کے نصاب کی ایک کتاب ہمارے پوروج یعنی ہمارے پرانے بزرگ کے چند اقتباسات کو دیکھیے۔

ہمارے پوروج ہندوؤں ہی کے نہیں، مسلمان، سکھ، عیسائی جو بھارت کے رہنے والے ہیں ان سبھی کے ہیں۔

ذرا ٹھہریئے بات ابھی ختم نہیں ہوئی آگے دو فقرے اور پڑھ لیجئے اور ہم ایسے پوروجوں کو بھول نہیں سکتے ان کا آدر کرتے ہیں، ان کی پوجا کرتے ہیں۔ استغفر اللہ، غیر خدا کی پوجا کی تعلیم اور سیکولرزم کا دعویٰ۔

پچھلے بھاگ کا ٹائیٹل:- جن پوروجوں کی پوجا کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ان کے مفصل تذکرے تو کتاب میں نہیں لیکن ٹائیٹل پر بذریعہ تصاویر چند ایک تعارف کروا دیا گیا ہے۔

تصویریں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وسط میں برگد کا ایک بڑا درخت ہے اسکی جڑ میں پوروج بالمیک جی تشریف فرما ہیں۔ ان کے سامنے شری رام چندر جی کے دو لڑکے لَو، کش ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں۔

۲۔ برگد کے داہنی طرف مہاتما گوتم بدھ، سیتا جی، گرو گوبند جی، شیوا جی ہیں۔

۳۔ برگد کے بائیں طرف شری کرشن جی، شری رام چندر جی، مہارانا پرتاپ سنگھ وغیرہ کھڑے ہیں۔

نوٹ: یہ تمام تفصیلات مدینہ بجنور ۱۷ مارچ ۵۴ء، ۲۸ مارچ ۵۴ء، یکم اپریل ۵۴ء سے خلاصہ کے طور پر ماخوذ ہیں۔

اس مجبوری و جبری تعلیم کے سلسلے میں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اگر اخلاق، تربیت اور بزرگوں کے احترام و عقیدت کا سبق دینے کے لیے بعض پیشوایان مذہب و معلمین اخلاق کا تذکرہ ضروری ہو تو پوری فراخدلی کے ساتھ مذہب کے قابل احترام ناموروں اور اخلاقی و روحانی شخصیتوں کا تعارف ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی خاص فرقہ کی مذہبی روایات، مذہبی اشخاص کی چھاپ واضح دکھائی جائے۔ چونکہ حکومت نے اپنے دستور میں بار بار نامذہبی (سیکولر) حکومت ہونے کا اعلان کیا ہے اس لیے اس کا نصاب تعلیم و نظام تعلیم سرتاسر غیر مذہبی ہونا چاہیے لیکن ہوتا یہ ہے کہ ایک فرقہ کے مذہبی پیشواؤں اور ناموروں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ صرف ایک فرقہ کے روایات و تقریبات اور مذہبی

تاریخی، سیاسی شخصیات کا انتخاب کر لیا گیا ہے دوسرے فرقہ کی روایات و شخصیات کا بھولے سے بھی تذکرہ نہیں ہونے پاتا۔ اس صورت حال پر حضرت العلام مولانا سید ابو الحسن علی اللہ ندوی اپنے ایک خطبہ میں نہایت بلاغت سے حکومت کو انتباہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"یو پی کے محکمہ تعلیم والے اردو کی جو بنیک ریڈر تیار کرائی ہے ان میں بزرگوں کے سلسلہ میں شری رام چندر جی، شری کرشن جی، سور داس جی، تلسی داس جی کے اسباق ہیں تیرتھ گاؤں اور مذہبی مقامات ہیں۔ اجودھیا۔ متھرا۔ کاشی۔ پریاگ وغیرہ کا ذکر ہے لیڈروں میں مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو اور پنڈت مدن موہن مالویہ، سردار پٹیل، راجندر پرشاد، پنڈت پنت وغیرہ کا ذکر ملتا ہے اس پورے سلسلہ میں نہ کسی مسلمان شخصیت کا ذکر ہے نہ ان کے کسی مقدس مقام کا نام ہے اور نہ جنگ آزادی کے کسی مسلمان قائد و رہنما کا نام ہے۔

پھر مولانا کیا خوب لکھتے ہیں۔ کیا خواجہ معین الدین اجمیری کا نام نظام الدین اولیاء کے نام بزرگوں میں آنے کے قابل نہ تھے جن کو پورے ہندوستان کی مرجعیت حاصل ہے شیر شاہ سوری جیسے اعلیٰ مدبر منتظم امیر خسرو جیسے شاعر خوش نوا شاہ ولی اللہ جیسے حکیم و فلسفی عبدالرحیم خان خاناں جیسے جامع کمالات انسان، سلطان ٹیپو جیسے غیور و بلند ہمت انسانوں کی پیدائش سے ہندوستان محروم نہ تھا۔ یہ سب وہ ہستیاں ہیں جن کی وجہ سے ہندوستان کا نام سارے مشرق اور پورے ایشیا میں بلند ہے۔ نئی نسلوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی اگر انسانیت کے ان تابناک مثالوں اور ہندوستان کے ان سرمایہ فخر و شرف ہستیوں کے نام اور کام سے واقف ہونے کا ان کو موقع نہ دیا جائے۔ جن کی زندگی اور جن کے اعمال سے واقفیت انسانی سیرت کی تعمیر کے لیے از بس ضروری ہے۔ بہر حال نصاب تعلیم کا یہ جارحانہ رجحان اور یہ تنگ نظری مسلمانوں کے لیے سب سے اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ مسلمانوں کو جب تک اس کی طرف سے اطمینان نہ ہو کہ ان کی آئندہ نسلیں اسلام پر قائم رہیں گی۔ اس وقت تک مسلمان ایک شدید ذہنی کشمکش میں مبتلا رہیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ حکومت سے احتجاج کر کے نصاب تعلیم سے ایسے اجزاء کو خارج کرا دیں۔

دوسرا حل یہ ہے کہ اپنے بچوں کے لیے دینی تعلیم کا خود بندوبست کریں ورنہ بچہ سرکاری تعلیم سے لازمی طور پر مرتد ہو کر رہے گا جسے مسلمان کبھی گوارا نہیں کر سکتے۔

آج یہ سوال نہیں ہے کہ بچہ پڑھے یا جاہل رہے کیونکہ بچہ جبری تعلیم کے تحت یقیناً پڑھایا جائے گا بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ بچہ مسلمان ہو کر جئے یا مرتد ہو جائے بچہ سرکاری نصاب تعلیم کے بعد لازمی طور سے

مرتد ہوکر رہے گا۔

جبری تعلیم میں بچے جا رہے ہوں تو جائیں لیکن صباحی و مسائی مدرسے قائم کیجئے۔ اور اسکول جانے سے قبل یا بعد میں اور گھنٹے دو گھنٹے بچوں کے دینی تعلیم کا بندوبست کریں تو صحیح تربیت اور صحیح ماحول کے سبب غلط نصاب کا زہر اترتا جائے گا۔ استاد بچہ کو سمجھاتا رہے گا۔ اور غلط اجزاء کی نشاندہی کرتا رہیگا

وہ بتائے گا کہ شری گنیش جی مہاراج کو ہم بھگوان یا اوتار کچھ نہیں مانتے نہ ہم ان کی پوجا کر سکتے ہیں ہم ان کو ایک مذہبی پیشوا یا بزرگ مانتے ہیں مجھ سے ملک و ملت کے نامور و ہمدرد ڈاکٹر قاضی محمد عدیل عباسی نے کہا کہ نصاب تعلیم کے اس اجزاء پر کہ رام چندر جی ہمارے اوتار ہیں حیات اللہ انصاری نیز قومی آواز لکھنو کے ایک جلسہ میں اعتراض کیا تو آریہ صاحبان بھی اس مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم لوگ بھی رام چندر جی کو اوتار نہیں مانتے ایسی تعلیم ہمارے بچوں کو کیسے دی جاسکتی حال یہ ہے کہ جس طرح کے احتجاج کر کے نصاب تعلیم سے کوئی کتاب خارج کرا دی جائے تو دوسری کتاب اس سے بھی زہریلی تیار ہوکر پریس سے باہر آجاتی ہے۔ چنانچہ احتجاج کے بعد ایک تازہ کتاب نوپربھات نکلی اس میں لکشمی جی سے اس طرح خطاب کیا گیا ہے۔

اے دیوتاؤں کے دیوتا! آپ ہی ماں آپ ہی باپ آپ ہی علم آپ ہی دولت آپ ہی میرے سب کچھ ہیں۔ (نوپربھات ج ۱ ص۲)

ایک مسلمان کے لیے تو سب کچھ صرف خدا کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے۔ اب یہ تعلیم ذہنی و فکری ارتداد اور عملی فسق و شرک کی طرف رہنما نہیں تو کیا ہے الغرض بقول غالب یہ افسوسناک حالت ہے۔

ع　چوں یک گرہ کشائم تدبیر دانشمام

گرہے دست گہے کارے بستن گاہے

سرکاری نصاب و ہندو روایات کا ایک اور تباہ کن انجام :- اس سرکاری تعلیم کو جو طلبہ کے علاوہ مسلم طالبات بھی پڑھیں گے جن میں ایک طرف ہندو دھرم ہندو روایات کی ترویج و اشاعت و تبلیغ کی گئی ہو اور ساتھ ہی ہندی، سنسکرت کی زبان بھی مسلط کی جارہی ہے یہ ہندی و سنسکرت کا مسئلہ محض لسانی ہی نہیں ہے۔ بلکہ بڑی حد تک مذہبی ہے حکومت اسلام کے نقش کو مٹا کر ہندو دھرم کا نقش ذہنوں میں ثبت کرنا چاہتی ہے۔

جب ہماری لڑکیوں کی زبان سنسکرت ہوگی تو آئندہ نسل کی زبان خود بخود ہندی و سنسکرت ہو جائیں گی۔ مدیر معارف نے اسی مسئلہ پر ضروری اعتماد دیا ہے کہ اگر ماں کی زبان اردو ہے تو ان کی اولاد

اس سے بالکل بیگانہ نہیں رہ سکتی۔ اگر ماں کی زبان بدل گئی تو اس کی نسل کی زبان بھی بدل جائے گی۔ اس لیے لڑکیوں کی اردو تعلیم کا مسئلہ لڑکوں سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اسکول میں ان کے اردو تعلیم کا انتظام ہو زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔ (معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۳ء)

حکومت صرف اردو سے محروم کرنا نہیں چاہتی ہے بلکہ اردو کے حذف کرنے سے اس کا منشا اس اسلامی لٹریچر کا بھی حذف کرنا ہے جو اردو میں کافی لکھا جائے گا۔ اس لیے ایک لڑکی اردو سے محروم ہو کر اللہ رسول فرشتے، قیامت، عذاب و ثواب، جنت، دوزخ، زمزم، کوثر وغیرہ اسلامی اصطلاح سے بیگانہ ہو گی ہی کیونکہ ان چیزوں کا ذکر ہندی یا سنسکرت والے نصاب تعلیم میں تو بھول کر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہندی یا سنسکرت کی تعلیم پا کر وہ رام، لچھمن، اجودھیا، کاشی، وید، ویاس، شاستر گنگا، جمنا وغیرہ ہندو دیومالا سے خوب واقف ہو جائیں گی۔ ہماری یہ لڑکیاں جب اردو تعلیم کے بجائے ہندی و سنسکرت کے ماحول میں تعلیم پائیں گی تو وہ اپنی اولاد کے سامنے حضرت بلالؓ، حضرت فاروق اعظم حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ اکابر اسلام کا نام تک نہ لے سکے گی۔ اس کے برعکس وہ اپنی اولاد کو رامائن کے قصے سنائیں گے۔ اور سیتا جی کی عصمت کی قسمیں کھائیں گی۔ وقس علیٰ ھذا۔

پس لڑکوں کا ہندی و سنسکرت کے ماحول میں تعلیم پانا ان کو ہندو دھرم کا ایک پرچارک بنا کر رکھ دیگا۔ اور ان کی اولاد ماں۔ باپ کے اثر اور غلط ماحول سے خود بخود ذہنی اعتبار سے اسلام سے منحرف و بیگانہ ہو کر ارتداد کی راہوں پر پڑ جائے گی۔ اگر لڑکیوں کی آئندہ نسل کو اسلام سے وابستہ رکھنا ضروری ہے تو لازمی طور پر لڑکیوں کے لیے بھی گھر پر اردو اور مذہبی تعلیم کا انتظام ضروری و اشد ضروری ہے۔

سرکاری نصاب تعلیم کا ایک اور خطرناک رویہ :- آج کل ہندی میں ایسی کتابیں چل رہی ہیں جن میں بڑی چالاکی کے ساتھ غلط باتیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً پچھلے دنوں جنرل نالج (خارجی معلومات) کی ایک کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ وہ نعوذ باللہ پہلے بت پرست تھے۔ انھوں نے ایک عیسائی عالم کے کہنے سے بت پرستی چھوڑ دی تھی۔

۲۔ اسی طرح طلبہ کو بتایا کہ مسلمانوں میں شیعہ سنی دو فرقے ہیں۔ سنی تینوں خلفاء میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کو مانتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح طلبہ کو جنرل نالج میں نماز کے متعلق یہ معلومات مہیا کی گئیں ہیں کہ مسلمان تین یا چار وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔

یہ کتاب یو۔پی بورڈ آف ایجوکیشن کی طرف سے الف، اے، کے معیار کے لیے منظور کی

گئی ہے ۔ اور مصنف کی جہالت وشرارت کا یہ عالم ہے :۔ تو آپ جن صوبوں میں مصنفوں کی ایسی شرانگیز کتابیں چل رہی ہوں کیا وہاں ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم خود اس بات کی نگرانی کریں کہ ہمارے مسلمان بچوں کو صحیح معلومات حاصل ہوں ۔ (الجمعیۃ سنڈے اڈیشن ۲۵ فروری ۱۹۵۶ء)

تعصب کی ایک اور بدترین مثال :۔ مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نامی جو کچھ عرصہ تک لکھنؤ شعبۂ تعلیمات میں ایک افسر کی پوزیشن سے کام کرتے رہے وہ اپنا چشم دید ماجرا اس طرح بیان کرتے ہیں کہ بھارت سی پی کے دورہ کے موقع پر دو دن کے لیے بھوپال ٹھہر گیا ۔ وہاں میں نے نہایت رنج کے ساتھ یہ بات سنی کہ دارالعلوم احمدیہ بھوپال کے صدر مدرس یا پرنسپل صاحب سے حکومت نے باز پرس کی ہے کہ وہ جلالین شریف کا درس کیوں دیتے ہیں ۔ جبکہ جلالین ایک مذہبی کتاب ہے ۔ اور سیکولر اسٹیٹ کے کسی ادارہ میں مذہبی تعلیم نہیں دی جا سکتی ہے مدرسہ احمدیہ بھوپال کا ایک قدیم دینی مدرسہ ہے جو فارسی عربی کے امتحانات، منشی، مولوی عالم کامل، فاضل کے لیے طلبہ کو تیار کرتا ہے ۔ اور اس کا الحاق یوپی کے محکمۂ تعلیم سے بھی ہے ۔ چونکہ جلالین شریف مولوی کے کورس میں داخل ہے ۔ اس کے صدر مدرس صاحب طلبہ کو امتحان دلانے کے لیے اس کا درس دیتے تھے وہ بھی مدرسہ احمدیہ کی عمارت میں نہیں بلکہ جامع مسجد میں اور مدرسے کے اوقات میں بھی نہیں خارجی اوقات میں ۔ اس پر اعتراض ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

خیال فرمائیے کہ یہ وہی بھوپال ہے جہاں چند سال پہلے مسلم ریاست قائم تھی ۔ مساجد و مدارس کا ایک جال بچھا ہوا تھا ۔ اور مذہبی امور کے لیے محکمۂ قضا بھی قائم تھا ۔ اب سیکولر اسٹیٹ کے ۔۔۔ تے ہی مدرسہ میں انتظام کا تو ذکر چھوڑیئے کہ یہ بھی روا نہیں کہ مسجد میں تفسیر و حدیث کا درس دیا جائے ۔ یہ ہے جمہوری حکومت کا اثر دینی و مذہبی تعلیم پر ۔ (صدق جدید ۱۶ ر مارچ ۱۹۵۱ء)

ذہنی ارتداد کے لیے اسکول کا ماحول :۔ موجودہ نصابی کتابوں نے مسلمان نونہالوں کے لیے ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے کہ وہ ایک طرف اسلام کے اصول و مبادیات اور اسلامی شعائر و روایات سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں ۔ دوسری طرف ان کا میلان اکثریت کے رسوم و روایات کی طرف بڑھتا جا رہا ہے ۔ ان کے ناپختہ ذہن پر اسلام کی چھاپ لگنی بند ہو گئی ہے ۔ اور دوسرے نقوش ابھرنے لگے ہیں ۔ چونکہ اسکول میں داخل ہونے والے طالب علم دینی تعلیم و اسلامی تربیت سے محروم ہوتے ہیں اسی لیے وہ ہندی تہذیب اور خاص خاص روایات کو غیر شعوری طور پر قبول کرتے ہیں خصوصاً جب اسکول کے ماسٹر صاحبان ایسے نونہالوں کو گمراہ کرنے کی نت نئی ترکیبیں بھی استعمال

کمرہ رہے ہوں ۔ اسکول کا ماسٹر بچے کا فونٹین پن گم کر دیتا ہے ۔ بچہ پریشان ہو کر تلاش کرتا ہے تو ماسٹر کہتا ہے کہ وضو بنا کر نماز پڑھ کر خدا سے مانگو تم کو مل جائے چونکہ ماسٹر خود قلم چرا کر رکھ دیتا ہے اور نہیں دیتا ہے تو کہتا ہے کہ تم نے خدا سے مانگا نہیں ملا ۔ اب جاؤ شری گنیش جی مہاراج سے مانگو ۔ لڑکا ماسٹر کی ہدایت پر گنیش جی کو پکارتا ہے اب ماسٹر قلم دیتے ہوئے یہ کہتا ہے دیکھو گنیش جی سے تم نے طلب کیا تم کو مل گیا ۔

اس غلط ماحول اور سر تا سر غلط ذہنیت کا نتیجہ کیا ہوگا ؟ ۔

اور چھ سات برس کے بچے کے ذہن میں کیا نقش ہوگا ۔ روس میں انقلاب کے پہلے بھی یہی کچھ کوشش کی گئی تھی ، ٹیچر کہتے تھے کہ روٹی خدا نہیں اسٹالن دیتا ہے ۔

اسکول کے مسلم بچوں سے کہا گیا کہ روٹی خدا سے مانگو بچوں نے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے آسمان سے نازل نہ ہوئی پھر کہا اب روٹی اسٹالن سے مانگو تو لڑکوں نے مانگنا شروع کیا تو کیک ، بسکٹ کی دو منزلہ مکانوں سے بارش ہونے لگی یہ ہندی تہذیب روس کے مغویانہ ماحول کی طرح ذہنی ارتداد کی بنیاد ڈال رہی ہے ۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

ایک مثال :۔ ندائے ملت لکھنؤ رقمطراز ہے کہ ایک مسلمان بچہ جو کسی اسکول کی چوتھی جماعت میں پڑھ رہا ہے وہ گھر میں گوشت نہیں کھاتا اور دال و ساگ بھاجی کھانے پر اصرار کرتا ہے ۔ شروع میں تو والدین نے بچے کے رجحان کی طرف توجہ نہ کی ۔ ایک دن کچھ مہمانوں کے سامنے بچہ سے باصرار پوچھا گیا کہ وہ گوشت سے کیوں انکار کرتا ہے تو اس نے بڑی مشکل سے بتایا کہ اس کا ہندو ماسٹر گوشت کھانے سے منع کرتا ہے ۔ اور اکثر پوچھتا رہتا ہے کہ تم نے گوشت تو نہیں کھایا ؟ جو بچہ گوشت کھائے گا اس کو امتحان میں فیل کر دیا جائے گا ۔ نیز وہ دوران سبق گوشت خوری کی مذمت کرتا رہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ والدین سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ ماسٹر جی نے کھانے سے منع کیا ہے لہٰذا گوشت تم نہ کھاؤ ۔ اپنی والدہ سے کہو کہ دال سبزی پکایا کریں ۔

یہ مثال اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ ہم اسکول کے غلط ماحول سے کس قدر متاثر ہوتا ہے ۔ اور ہندو ماسٹر کی تلقین بچے کے ذہن و دماغ کو کس طرح بدل دیتی ہے ۔

۳ ۔ دیہات و قصبات میں مسلم آبادی کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان بچے اسلامی

روایات کی گود سے نکل کر غیر اسلامی روایات کی گود میں چلے جا رہے ہیں۔ بچے اسکولوں میں جاکر ماسٹروں کو ہاتھ جوڑ کر سلام تو کرتے ہی ہیں لیکن مزاج کی اس تبدیلی سے گھروں میں ہاتھ جوڑ کر سلام کرنے کے عادی بن گئے ہیں۔ ہاتھ جوڑ کر سلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ السلام علیکم کا کلچر ختم ہوا۔ اب کولوں کے مسلم طلباء و طالبات السلام علیکم بھول گئے۔ اب ماسٹر صاحب نمسکار یا نمستے کہتے ہیں یہ اپنی تہذیب و اسلام سے بیگانگی بتلاتی ہے آئندہ اسلامی معاشرہ کی ہر لکیر نقش بر آب کی طرح مٹ جائے گی۔

ندائے ملت نے مزید لکھا ہے کہ ہمارے ناظرین اپنی مشاہدات کی بنا پر بہت سی مثالوں کا اضافہ کر سکتے ہیں۔ (ندائے ملت ۱۹ اگست ۶۲ء)

چند اور مثالیں:۔ ذہنی ارتداد کی بنیاد سرکاری اسکولوں میں پڑ چکی ہے۔ اسلامی نظریات اور روایات سے بیگانگی اور ناواقفیت اب عام ہو چکی ہے ایک طرف تو اسکولوں سے اردو نکال دی گئی ہے جس کے ذریعہ بچہ باقاعدہ اپنی تعلیم کے بغیر اپنے دین سے کچھ نہ کچھ آشنا ہو جاتا تھا۔ دوسری طرف نصابی کتابوں میں معاندانہ عقائد و تصورات کا وہ زہر گھولا گیا ؟ جو مسلمان بچوں کی اسلامیات کا یکسر قاتل ہے اس سلسلہ میں الفرقان لکھنؤ رقمطراز ہے۔

۴۔ ایک مسلمان لڑکے سے پرنسپل نے مکہ کے بارہ میں پوچھا تو اس نے کہا کہ مکئی تو ہم جانتے ہیں لیکن مکہ نہیں جانتے یہ کس قسم کا پھل ہوتا ہے۔؟ جب اس کو بتلایا گیا کہ مکہ عرب کا ایک شہر ہے جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔ تو وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ کہاں ہے ؟

۵۔ ایک مسلم خاندان کا لڑکا کسی امتحان میں ممتاز ہوا تو دوسرے کسی مسلمان لڑکے نے اس سے کہا کہ مٹھائی کھلاؤ۔ تو اس لڑکے نے کہا میری والدہ کہتی ہیں کہ اس خوشی میں میلاد شریف ہو گی۔ تو مٹھائی تقسیم ہو گی۔ مٹھائی مانگنے والے مسلمان لڑکے نے کہا کہ میلاد شریف کیا ہے؟ جب اس کو سمجھایا گیا کہ یہ جلسہ ہو گا۔ اور اس میں تقریر ہو گی تو اس نے کہا کہ اچھا کہتا۔ تو مٹھائی کھاؤ تھا بعد میں کرنا پہلے مٹھائی۔

۶۔ ایک مولوی صاحب کا لڑکا ایک مسلمان پرنسپل صاحب کے گھر رہ کر کالج میں پڑھتا تھا۔ وہ پرنسپل صاحب روزانہ آٹھ دس دوستوں کے ساتھ روزانہ قرآن پاک کی تفسیر پڑھتے اور سنتے تھے لیکن مولوی صاحب کا لڑکا دوسرے سائبان میں جاکر دور بیٹھ جاتا تھا۔ جب اس سے کہا گیا کہ تم یہاں کیوں نہیں بیٹھتے ہو۔ تم بھی سنو۔ اس نے جواب دیا کہ آپ لوگ اردو پڑھتے ہیں جو میں سمجھ نہیں سکتا۔ (الفرقان دسمبر ۵۹)

ہم ان مولوی صاحب اور اس طرح کے تمام ہمدردان ملت سے عرض کریں گے کہ اگر ان حضرات

کی ابھی سے اصلاح نہ کی گئی اور ابھی سے ان کی ذہنی ارتداد کا مداوا نہ ہوا جس کے آثار بڑی صفائی کے ساتھ نمایاں ہیں تو اس کے نتائج یقیناً ہماری توقع کے خلاف ہوں گے اور علماء کرام ان پر قابو نہ پاسکیں گے۔ احساسات ومشاہدات کی بنیاد پر یہ بات برملا کہی جاسکتی ہے کہ ہمارے یہ نونہالانِ ملت اس غلط تعلیم وغلط تہذیب اور گندے ماحول کے اندر بغاء اپنے گوشت وجسم کا ڈھانچہ سلامت لے آویں لیکن اپنی روحانی و ایمانی ساکھ کو کھو بیٹھیں گے۔ اور بقول علامہ اقبال مرحوم "سونے کا ہمالہ ہونے کے باوجود مٹی کا صرف ایک ڈھیر بن کر رہ جائیں گے۔

حکیم ملت ڈاکٹر اقبالؒ نے تمام غیر مسلم حکومتوں کے متعلق ان کے مسلم کش قواعد و اصول کا تجزیاتی تجزیہ کرتے ہوئے ایک واضح حقیقت اور ان کے پاسرار مکنون عزائم کا راز کس طرح واشگاف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

سینے میں رہے راز ملوکانہ تو بہتر　　کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو　　ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اُدھر پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب　　سونا کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہو اک ڈھیر

تعلیم کے ساتھ تربیت اطفال:۔ اگر مسلمان بچے اپنی تعلیم کے ساتھ اسلامی تہذیب سے بھی آراستہ کیئے جاتے اور گھروں کے اچھے دینی اصلاحی ماحول میں ہی پرورش پاتے۔ تو مسلمان بچوں کے سرکاری اسکولوں میں جاکر تعلیم پانے سے اتنا زیادہ اندیشہ نہ ہوتا لیکن مسلمان بچوں کی اکثریت دینی تعلیم و اسلامی تربیت دونوں سے محروم ہیں۔ اس لیے ان کا ماحول ان کو کعبہ سے ہٹا کر ترکستان کی راہ پر ڈال رہا ہے ؎

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی
کیں رہ کہ می روی بترکستان است

والدین کی تعلیم وتربیت اور اس کے مبارک اثرات:۔ مشہور صوفی بایزید بسطامیؒ کے بچپن کا زمانہ ہے یہ مدرسہ سے پڑھ کر آتے تو اپنی والدہ صاحبہ سے کھانا وغیرہ مانگتے ان کی والدہ جواب دیتیں بیٹا کھانا خدا سے مانگو۔ بھوکے کو خدا کھلاتا ہے۔ اچھا تم جاؤ وضو کرو اور دو رکعت نماز ادا کرو پھر سجدہ میں سر رکھ کر خدا سے کھانا مانگو خدا تم کو کھلائے گا۔ یہ وضو بنا کر نماز میں مشغول ہو جاتے ان کی ماں چپکے سے سالن وغیرہ لاکر پاس رکھ دیتیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوتے تو دیکھتے کھانا پانی سب موجود ہے ماں کہتی دیکھو بیٹا تم نے خدا سے مانگا خدا نے تم کو روٹی دی۔ اسطرح جو کچھ بھی خدا

سے مانگو گے خدا تم کو دے گا۔ بایں طور پہلے زمانہ کی خدا پرست و خدا شناس مائیں اپنی بچوں کا تعلق خدا سے جوڑتی تھیں۔ اور بچوں کو خدا شناس و موحد بنانے کے لیے ان کی تربیت کرتی تھیں۔

۲۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ بہت مشہور و معروف ہے کہ جب آپ طالب علمی کے لیے ایک سفر پر روانہ ہوئے تو آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کی کمر بند میں چالیس دینار سل کر رکھ دیئے اور بیٹے کو چلتے وقت وصیت کیا کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا جس قافلہ میں آپ روانہ ہو رہے تھے کچھ آگے چل کر اس پر ڈاکہ پڑا۔ اہل قافلہ لٹ گئے۔ یہ چھوٹے بچے تھے کسی نے ان سے کچھ تعرض نہیں کیا لیکن سب سے آخر میں ڈاکوؤں کے سردار نے ان سے یونہی پوچھ لیا کہ میاں صاحبزادے تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ بولے ہاں چالیس دینار میرے پاس بھی موجود ہیں پوچھا کہاں ہیں؟ فرمایا کہ میرے کمر بند میں سلے ہوئے ہیں۔ دیکھا گیا تو واقعی چالیس دینار موجود تھے۔ تو ڈاکوؤں کے سردار نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تم نے اس قدر صفائی سے اپنا مال بتا دیا تم چاہتے تو پوشیدہ ہی رکھتے۔ فرمایا کہ میری ماں نے مجھ کو چلتے وقت وصیت کی تھی کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا، اس لیے میں نے جھوٹ بول کر دینار نہیں بچائے کہ ماں کی نافرمانی ہوتی۔

"جس نے میری پرورش کی اور میرے ساتھ محبت کا سلوک کیا"

قافلہ سالار کے سنبھلنے اور ہوش میں آنے کا وقت سیدھا آ چکا تھا۔ اس نے افسوس کیا اور کہا کہ افسوس میرا یہ حال ہے کہ اپنے خالق مالک کی مسلسل نافرمانی کر رہا ہوں ایک ان صاحبزادے کا حال ہے کہ ایسے پر خطر و نازک لمحات میں بھی ماں کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ہائے ہماری شامت و کم بختی۔ یہ کہہ کر اس نے کمسن جیلانیؒ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سارے قافلہ کا مال واپس کر دیا۔ اور باخدا انسان بن گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی صحیح تربیت سے بچے کے اخلاق سنور جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ پوری قوم سدھر سکتی ہے۔

تعلیم دین کے ساتھ اولاد کی تربیت: تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں دینی ماحول اور دینی تربیت کس قدر ضروری ہے ذیل کے ایک واقعہ سے اس پر مزید روشنی پڑے گی۔

علامہ اقبال اپنی آپ بیتی میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میری نوعمری کا زمانہ تھا۔ کہ ایک گداگر نے دروازہ پر آکر شور مچانا شروع کیا طبعیت جھنجلائی اور میں اسے مار بیٹھا یہ حال دیکھ کر میرے والد صاحب مجھ سے سخت ناراض ہوئے۔ اور بولے کہ تو یہ بتا کہ جب کل میدان حشر میں رسول خدا